رضوان اللہ

عنِ "البیان"

["عنِ البیان" کا یہ عنوان صرف اُن سوالات کے لیے مختص ہے جو غامدی صاحب کی کتاب "البیان" کے ذیل میں محض تفہیم مدعا کی غرض سے پوچھے جاتے ہیں، وما توفیقی الا باللہ !]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زنا کی سزا

سوال کیا گیا ہے کہ دین اسلام میں زنا کے لیے سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے اور اس قانون کو یوں بیان فرمایا ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ.(النور ۲۴:۲)

"زانی عورت اور زانی مرد، (ان کا جرم ثابت ہو جائے) تو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔"

اس کے بعد نکاح کے معاملے میں زانیوں کا طرز عمل بیان کیا اور اس ذیل میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کریں:

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ز وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.(النور ۲۴:۳)

"یہ زانی کسی زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے گا اور اس زانیہ کو بھی کوئی زانی یا مشرک ہی اپنے نکاح میں لائے گا۔ ایمان والوں پر اسے حرام کر دیا گیا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ ''البیان'' میں اس دوسری آیت کو بھی قانون کا ایک بیان کیوں مان لیا گیا اور سو کوڑوں کی سزا میں یہ کہتے ہوئے کیوں اضافہ کر دیا گیا ہے کہ ''زانی اگر ثبوت جرم کے بعد سزا کا مستحق قرار پا جائے تو اسے کسی عفیفہ سے نکاح کی اجازت نہیں دی جائے گی''؟

صاحب ''البیان'' کا استدلال سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ آیت میں آنے والے چند الفاظ کو پہلے اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے۔ آیت میں 'اَلزَّانِي' اور 'الزَّانِيَة' کے الفاظ معرف باللام ہو کر آئے ہیں۔ اس الف لام میں پوری گنجایش موجود ہے کہ اسے جنس کا مان کر اس سے زانیوں کی جماعت مراد لے لی جائے یا اسے معہود ذہنی کا قرار دیتے ہوئے اس سے عادی اور غیر تائب زانی مراد لے لیے جائیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلی آیت میں بھی یہ الفاظ الف لام کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جب معرف باللام کا اعادہ ہو اور کوئی قرینہ بھی مانع نہ ہو تو جو مطلب پہلے معرف باللام کا ہوتا ہے، وہی دوسرے سے بھی مراد لیا جاتا ہے۔ سو اس نظر سے دیکھا جائے تو اب یہ الفاظ نہ جنس کے مفہوم میں رہے ہیں اور نہ معہود ذہنی کے مفہوم میں، بلکہ یہ معہود خارجی کے لیے آئے ہیں اور ان کا مطلب اب بالکل وہی ہے جو پچھلی آیت میں آنے والے 'اَلزَّانِي' اور 'الزَّانِيَة' کے الفاظ کا ہے۔ یعنی، زنا کا ارتکاب کرنے والے وہ اشخاص کہ جن کا جرم پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور وہ اس بنیاد پر ہر طرح سے خدائی سزا کے مستحق ہو چکے ہیں[1]۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اسی طرح زیر بحث آیت میں 'لَا يَنْكِحُ' کا فعل استعمال ہوا ہے۔ یہ مضارع کا صیغہ ہے اور عام طور پر خبر کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ لیکن یہاں اس سے خبر کو مراد لینا ممکن نہیں، اس لیے کہ اس صورت میں اس کا مطلب ہو جاتا ہے کہ زانی لوگ ہمیشہ یا عام طور پر زانیوں اور مشرکوں ہی سے نکاح کیا کرتے ہیں، حالاں کہ یہ بات واقعہ کے بالکل خلاف ہے، اور خاص کر عرب کے اس معاشرے کے تناظر میں کہ جس میں قرآن مجید کی یہ آیات اتریں[2]۔ 'لَا يَنْكِحُ' کے اس صیغے کو خبر کے بجاے انشا کے مفہوم میں لے کر اس سے نہی بھی مراد لی جا سکتی ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد صرف نہی لے لینا بھی کسی طرح درست نہیں، اس لیے کہ

۱۔ ایک روایت میں بھی 'اَلزَّانِي' کے اس لفظ کا بالکل یہی معنی بیان ہوا ہے: 'لا ينكح الزاني المجلود إلا مثله' (ابوداؤد، رقم ۲۰۵۴)۔

۲۔ اور اگر اس فعل کے فاعل 'اَلزَّانِي' کو پچھلی آیت کی طرح مستلزم سزا کے معنی میں لے لیا جائے تو یہ خبر اور بھی زیادہ خلاف واقعہ ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں کلام کا رخ بدل کر زانیوں کی طرف ہو جاتا ہے، اور بادنیٰ تامل جان لیا جا سکتا ہے کہ اس سیاق میں دی جانے والی تمام ہدایات کا اصل مخاطب ان کے بجاے مسلمان معاشرہ ہے۔ اسی طرح اگر اسے محض نہی مان لیا جائے تو یہ زانیوں کو دیا جانے والا ایک حکم بھی ہو جاتا ہے کہ وہ صرف اور صرف زانیوں اور مشرکوں سے نکاح کریں، حالاں کہ یہ حکم زانیوں کے معاملے میں تو شاید مان لیا جائے، مگر مشرکین کے معاملے میں تو ہرگز نہیں مانا جا سکتا کہ دین میں مشرک مرد اور عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے۔

سو اس آیت کی واقعہ کے ساتھ مطابقت اور اس میں ہونے والے خطاب کے رخ کی تعیین کے ساتھ ساتھ ایک تیسری چیز، یعنی 'وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ' کے الفاظ بھی سامنے رکھے جائیں تو بآسانی طے ہو جاتا ہے کہ 'لَا يَنْكِحُ' کا فعل نہ خبر کے معنی میں آیا ہے اور نہ محض نہی کے معنی میں، بلکہ یہ اُس نہی کے لیے آیا ہے کہ جس کا فعل اصل میں استطاعت فعل کے مفہوم میں ہوتا ہے، یعنی ''زانی نکاح نہ کر سکیں، مگر زانی اور مشرکوں سے۔'' دوسرے لفظوں میں ''زانی صرف اور صرف زانیوں اور مشرکوں سے نکاح کر سکیں۔'' اس تیسری چیز کی وضاحت یہ ہے کہ 'وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ' کا یہ جملہ اصل میں وہی حکم ہے جو قرآن میں مسلمانوں کو نکاح کے معاملے میں ایک سے زائد مقامات پر دیا گیا ہے اور جس کی رو سے ضروری ہے کہ نکاح صرف پاک دامن مرد و عورت کے درمیان میں ہو[3]۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ جملہ اُسی حکم کی تذکیر کرنے کے لیے یہاں آیا ہے اور خاص اس سیاق میں یہ 'اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا...' کے ساتھ تعلیل کا تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کا مطلب اب یہ ہو جاتا ہے کہ پاک دامن مسلمانوں پر اس طرح کے لوگوں کے ساتھ نکاح کرنا چونکہ حرام قرار دیا گیا ہے، اس لیے اب زانی ان سے کسی صورت بھی نکاح نہ کرنے پائیں، بلکہ وہ اپنے جیسے ناپاک زانی اور مشرکوں ہی سے نکاح کر سکیں۔ نہی کے ساتھ ساتھ 'لَا يَنْكِحُ' کے اندر پیدا ہونے والا یہی استطاعت کا مفہوم ہے جسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

بلکہ اس روشنی میں 'زَانِيَة' کے ساتھ 'مُشْرِكَة' کو لانے کی مناسبت بھی سمجھ لی جا سکتی ہے۔ چونکہ پاک دامن مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ ان بدکاروں کے ساتھ نکاح کریں، اس لیے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو نکاح کے لیے اگر ملیں تو اپنے جیسے ناپاک بدکار ہی ملیں یا پھر اس سے بھی بڑھ کر عقیدے کی ناپاکی میں مبتلا مشرکین ہی انھیں میسر آئیں۔ گویا اس اعتبار سے یہ مشرکین کے ساتھ نکاح کرنے یا نہ کرنے کا کوئی حکم نہیں، بلکہ غلیظ سے غلیظ تر

۳۔ النساء ۴: ۲۴-۲۵۔

کو بیان کرنے کا ایک اسلوب ہے اور معاملے کی شناعت کو آخری درجے میں بیان کرنے کے لیے اختیار کر لیا گیا ہے۔

'اَلزَّانِیْ' اور 'لَا یَنْکِحُ' کے الفاظ کی اس وضاحت کے بعد اب صاحب ''البیان'' کی راے کو بہ خوبی سمجھ لیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ 'اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً' کی آیت میں نہ زانیوں کی جماعت اور اس فعل قبیح کے عادی اور غیر تائب لوگوں کا کوئی طرز عمل بیان ہوا ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی اخلاقی تعلیم ہی دی گئی ہے کہ جس کے ذریعے سے زانیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے معاملے میں مسلمانوں کی حس ایمانی کو بیدار کیا جا سکے، بلکہ یہ پچھلی آیت میں بیان کردہ سو کوڑوں کی سزا کی طرح ہر لحاظ سے ایک سزا کا بیان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کہ جن کا جرم ہر طرح سے ثابت ہو چکا اور وہ مستلزم سزا قرار دے دیے گئے ہیں، اُن کے لیے سو کوڑوں کی سزا سنا دینے کے بعد بیان سزا کے اسی تسلسل میں اور انھی مجرمین کا باقاعدہ نام لے کر، حتیٰ کہ پچھلی آیت کے انداز بیان کو برقرار رکھتے ہوئے اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اب کسی صورت بھی پاک دامن مسلمانوں سے نکاح نہ کر سکیں۔ ظاہر ہے، اس صورت حال میں اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ اس بات کو پہلی کی نوعیت میں سے قرار دیا جائے اور اُسی کی طرح اسے بھی سزا کا ایک بیان مانا جائے۔ بلکہ اس راے کی توضیح مزید کے لیے اس کے بعد کی وہ آیات بھی دیکھ لی جا سکتی ہیں جن میں قذف کے احکام بیان ہوئے ہیں اور وہ ہر اعتبار سے زیر بحث آیات کے مماثل ہیں، اس لیے کہ اُن میں بھی پہلے الزام لگانے والوں کے لیے اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا سنائی ہے اور اس کے بعد 'اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً' کے طریقے پر اس سزا کا دوسرا حصہ بیان فرمایا ہے کہ اب ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو، اور ہم جانتے ہیں کہ کم و بیش سب اہل علم اس دوسری بات کو قذف کی ایک سزا ہی قرار دیتے ہیں۔

اصل میں قذف کے مقابلے میں جو زنا کی اس دوسری سزا کو سمجھ لینا ذرا مشکل ہو گیا ہے تو اس لیے کہ یہاں قرآن میں برتا جانے والا زبان و بیان کا ایک خاص اصول نظروں کے سامنے نہیں رہا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایمان و اخلاق کے مباحث تو ایک طرف رہے، اس میں قانون بھی کبھی سپاٹ طریقے سے بیان نہیں ہوتا۔ اسے زبان و ادب کا ایک شاہ کار بنا کر اتارا گیا ہے، چنانچہ اس بات کا خصوصی التزام کیا جاتا ہے کہ قوانین کے ذیل میں بھی بیان کی یکسانیت در نہ آنے پائے کہ جو ذوق لطیف پر گراں گزرے اور طبیعت میں بے زاری اور اکتاہٹ پیدا کرنے کا باعث ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہوتی ہے کہ ایک ہی نوعیت رکھنے والی دو باتوں کو اس میں متعدد اور متنوع اسالیب میں بیان کیا جاتا ہے، اور بالخصوص اُس وقت جب وہ دونوں ایک ہی مقام پر اکٹھی بیان کی جا رہی ہوں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قذف کی آیات میں ’فَاجۡلِدُوۡهُمۡ‘ کہہ کر کوڑے مارنے کا حکم دیا اور پھر اس حکم پر ’وَلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا‘ کو براہ راست عطف کر دیا کہ ان کی شہادت اب کبھی قبول نہ کرو۔ زنا کی مذکورہ آیات میں بھی اگر یہی انداز اپنایا جاتا تو اسے بھی قذف کی طرح فوری سمجھ لیا جاتا، مگر مذکورہ اصول کی رعایت تھی کہ ان میں اس سادہ اسلوب کے بجائے ایک اور اسلوب برتا گیا۔ ''البیان'' میں اس مقام پر چونکہ اسالیب کے اس تنوع کا پورا پورا ادراک موجود ہے، اس لیے آیت میں موجود حکم کی نوعیت متعین کرنے میں ان کا یہ تنوع ہرگز حائل نہیں ہو سکا اور بالکل درست طریقے سے جان لیا گیا کہ اس میں زنا کی دوسری سزا ہی کو بیان کرنا مقصود ہے[۴]۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴۔ بلکہ یہ اسلوب اس لیے بھی مختلف برتا گیا کہ متکلم کے پیش نظر یہاں جس طرح زنا کی سزا کو بیان کرنا ہے، اسی طرح پاک دامن مسلمانوں کو یہ